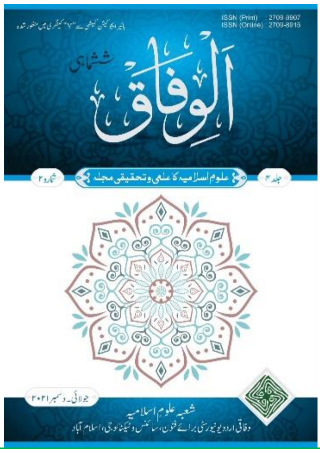

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 4, Issue 2 (July - December 2021)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v4i2
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Article

اجارہ کے جدید تصور کا قدیم فقہی تفصیلات کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Modern Concept of Lease in the Context of Early Islamic Jurisprudential Teachings

Indexing

Authors
Dr. Muhammad Talha Husain [1]
Dr. Zubair Tayyab [2]

Affiliations
[1] EST, School Education Department, Bahawalpur, Pakistan.
[2] Mohi-Ud-Din Islamic University, Nerian Sharif, Azad Jammu & Kashmir.

Published
31 December 2021

Article DOI
https://doi.org/10.55603/alwifaq.v4i2.u1

QR Code

Citation
Muhammad Talha Husain, Dr. and Zubair Tayyab, Dr. *"An Analytical Study of the Modern Concept of Lease in the Context of Early Islamic Jurisprudential Teachings"*, Al-Wifaq, 2021, Vol.4, No.2, 1–19

Copyright Information:
اجارہ کے جدید تصور کا قدیم فقہی تفصیلات کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ An Analytical Study of the Modern Concept of Lease in the Context of Early Islamic Jurisprudential Teachings © 2021 by Dr. Muhammad Talha Husain & Dr. Zubair Tayyab is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information:
Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

اجارہ کے جدید تصور کا قدیم فقہی تفصیلات کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Modern Concept of Lease in the Context of Early Islamic Jurisprudential Teachings

*ڈاکٹر محمد طلحہ حسین

**ڈاکٹر زبیر طیب

ABSTRACT

Acquiring the benefits of a particular thing or the services of an individual is called leasing (Ijarah), which is permissible and practicable by Shari'ah. The jurists have mentioned its details briefly in ancient books. In the modern economy, this term and agreement are used in a modern way and for financial purposes. In this article, an analytical study of this modern type of lease is presented in the context of ancient jurisprudential teachings. In this regard, it has tried to identify the problems that can be solved according to the Shari'ah.

The main purpose of this study is to modernize the ancient teachings of jurisprudence and to present them in a practical way. Also, it aims at presenting the ancient teachings of the concept of Ijarah (Lease) in a modern way.

For the establishment of comparative Jurisprudence, it is imperative to consider all available sources and details of various jurisprudent schools of thought so that an analysis can be made in the contemporary world about the discipline of two centuries. The study concludes that the "Ijarah" has taken a different form in modern times which is used for financing purposes and Shari'ah encourages its adoption.

KEYWORDS:

Ijarah, Lease, Shari'ah, Jurisprudence, Ancient

انسانیت کے مابین معاشی تفاوت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے تاہم مختلف فطری قوانین کی بدولت اس تفاوت کی خلیج کو کم سے کم کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ بسا اوقات انسان سرمایہ کی کمی یا وقتی ضرورت کی بنا پر کسی چیز کو اپنی ملکیت میں لائے بغیر استعمال کا حق چاہتا ہے تو شریعت اجارہ کی صورت میں اسے یہ سہولت مہیا کرتی ہے۔ جس طرح خرید و فروخت

*ای ایس ٹی، سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، بہاولپور

**لیکچرر، شعبہ علومِ اسلامیہ، محی الدین اسلامک یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر

کے ذریعے افراد کو اپنی مطلوب اشیاء تک رسائی اور انہیں اپنی ملکیت میں لینے کی اجازت دی گئی ہے اسی طرح اجارہ کی بدولت معین اشیاء کی منفعت سے مستفید ہونے کا حق فراہم کیا گیا ہے۔ عقدِ اجارہ اہم انسانی ضرورت اور فطری حوائج کی تکمیل کا سامان ہے اس بنا پر از روئے شرع اس کی اباحت تقریباً مسلّم ہے۔ معاصر معیشت میں یہ عقد نہایت اہمیت کا حامل اور طریقہ تمویل کے طور پر اس کا استعمال رائج ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اجارہ کے جدید تصور کا قدیم فقہی تفصیلات کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ ہے جس میں معاصر معیشت میں اس کے تمویلی استعمال اور انعقاد کے مراحل کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اپنی اصل کے لحاظ سے اجارہ کوئی طریقہ تمویل نہیں بلکہ ایک مدت تک منافع کے بالعوض حصول کا ذریعہ ہے۔ البتہ معاصر معیشت میں بینک و دیگر مالیاتی ادارے اسے تمویل کے لیے استعمال کرتے ہیں اور عموماً طویل مدتی سرمایہ کاری کے لیے اسے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ مالیاتی اداروں میں رائج اجارہ اجارۃ الاعیان پر مبنی ہوتا ہے جسے لیز (Lease) کہا جاتا ہے۔ ذیل میں اس کی جدید اقسام اورانعقاد پذیر ہونے کے مراحل ذکر کیے جاتے ہیں۔

جدید معیشت میں اجارہ کی اقسام

معاشیات کے جدید فلسفہ میں اجارۃ الاعیان کی دو قسمیں ہیں:

1. اجارہ تشغیلیہ۔
2. اجارہ تمویلیہ۔

ان دونوں اقسام میں بذریعہ مقصد فرق کیا جاتا ہے۔ اگر اجارہ سے مقصد محض ایک مدت تک منافع کا حصول ہو جس کے بعد چیز اصل مالک کی ملکیت میں واپس چلی جائے تو یہ اجارہ تشغیلیہ ہو گا جو کہ اجارہ کی عام اور پہلے سے رائج شکل ہے۔ [1]لیکن اگر اصل مقصد عین مستاجرہ کی ملکیت کا حصول ہو جس کے لیے اجارہ کو بروئے کار لایا جائے تو اسے اجارہ تمویلیہ یا اجارہ منتہیہ بالتملیک کہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں آخر کار عین مستاجرہ اصل مالک کی ملکیت سے نکل کر مستاجر کی ملکیت میں چلی جاتی ہے۔ معاشیات کے جدید فلسفہ میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"للاجارة صورة يعمل بها فی الموسسة المالية الاسلامية تسمى الاجارة المنتهية بالتمليک وهی اجارةيقترن بها الوعد بتمليک العين الموجرةالی المستاجرفی نهاية مدة الاجارة او فی اثنائها۔"[2]

ترجمہ: اسلامی مالیاتی اداروں میں اجارہ کی ایک صورت پر عمل ہو رہا ہے جسے إجاره منتهية بالتمليك کہتے ہیں۔ یہ ایسا اجارہ ہے جس میں مدت کی انتہا یا دوران میں عین مستاجرہ کا مالک مستاجر کو بنانے کا وعدہ شامل ہے۔

موجودہ دور میں مالیاتی ادارے عموماً اسی قسم کا اجارہ کرتے ہیں۔ صارف کا مقصد چیز کا مالک بننا ہوتا ہے جبکہ مالیاتی ادارہ تمویل چاہتا ہے۔ اجارہ کی یہ صورت دونوں مقاصد کو پورا کرتی ہے۔ کنوینشل و اسلامی دونوں طرح کے بینک لیز یا اجارہ کا یہ معاملہ کرتے ہیں۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوّلاً روایتی سودی بینکوں کے طریقہ کار اور اس میں پائے جانے والے مفاسد کو مختصراً بیان کر دیا جائے جس کے بعد اسلامی بینکوں کے طریقہ کار کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

کنوینشل بینکوں میں اجارہ کا طریقہ کار اور مفاسد:

یہ امر طے ہے کہ کوئی بھی شخص یا ادارہ مطلوب چیز کے لیے درکار سرمایہ نہ ہونے کی صورت میں بینک کا رخ کرتا ہے۔ عام طور پر سودی بینک صارف کو مقصد پورا کرنے کے لیے قرضہ فراہم کرتے ہیں جس پر سود وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن دو وجوہ کی بنا پر بینک اور صارف کے لیے لیز کا معاملہ بہتر رہتا ہے:

- قرض کی صورت میں مشینری یا گاڑی خرید کر اپنی ملکیت میں شامل کرنے سے صارف پر حکومتی ٹیکس کا نفاذ ہوتا ہے جس سے بچنے کے لیے وہ چاہتا ہے کہ چیز ایک طویل مدت تک بینک کی ملکیت میں رہے اور اسی پر ٹیکس کی ادائیگی لازم ہو۔
- بینک اپنے حق کو یقینی بنانے کے لیے مکمل لاگت اور اس پر نفع کی وصولی تک اس چیز کو اپنی ملکیت میں رکھنا چاہتا ہے کہ اگر صارف اقساط کی ادائیگی سے قاصر ہو تو مشینری یا گاڑی بیچ کر وہ اپنا حق وصول کر سکے۔

ان وجوہ کی بنا پر بینک اور صارف لیز کے معاملہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ بینک صارف کی مطلوب چیز خرید کر اس کے حوالے کرتا ہے اور اقساط طے کی جاتی ہیں۔ اقساط کے تعین میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ بیچنے کی صورت میں لاگت اور نفع سمیت جو رقم بینک کو حاصل ہونا متوقع تھی اقساط کی صورت میں وہ مل جائے۔ اقساط کی مکمل ادائیگی پر وہ چیز صارف کی ملکیت میں چلی جاتی ہے یوں اس کا مقصد تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اصولی طور پر کنوینشل بینکوں کا لیز کا یہ معاملہ ناجائز نہیں لیکن اجارہ کے کچھ احکام کا لحاظ نہ رکھنا انہیں محلِ نظر بناتا ہے۔ ذیل میں وہ مفاسد ذکر کیے جاتے ہیں جو ان بینکوں کے اجارہ میں پائے جاتے ہیں:

- صفقتان فی صفقۃ یعنی ایک عقد میں دو معاملات کرنے کی ممانعت شرع کا ایک اہم اصول ہے۔ مذکورہ معاملہ میں ایک عقد میں لیز اور بیع کا معاملہ کیا جاتا ہے جو اس اصول کے منافی ہے۔
- اجارہ میں عین مستاجرہ کی ملکیت سے متعلق اخراجات اصل مالک پر عائد ہوتے ہیں جبکہ اس معاملہ میں بینک تمام تر اخراجات صارف پر عائد کرتا ہے جس کی بنا پر یہ عقد درست نہیں رہتا۔
- شرعی طور پر مستاجر پر اجرت اس وقت لازم ہوتی ہے جب وہ مطلوبہ چیز کو قابلِ استعمال شکل میں وصول کر لے۔ کنوینشل بینکوں کے اجارہ میں بسا اوقات محض عقد سے ہی صارف پر کرایہ لگنا شروع ہو جاتا ہے جو

درست نہیں۔ نیز قسط کی تاخیر سے ادائیگی کی صورت میں کنوینشنل بینک زائد رقم بطور جرمانہ عائد کرتے ہیں جو ربا کے زمرے میں آتا ہے۔ شرع میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

ان مفاسد کی بنا پر روایتی بینکوں کا اجارہ شرعی اصولوں کے ہم آہنگ نہیں رہتا۔ اسلامی بینک ان مفاسد کا سدباب کرتے ہوئے مختلف مراحل میں اجارہ کا معاملہ کرتے ہیں جنہیں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

اسلامی بینکوں میں انعقادِ اجارہ کے مراحل اور ان کا تجزیہ

اسلامی بینکوں میں اجارہ کا عمل مختلف مراحل میں طے پانے والے مختلف معاملات پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ تمام معاملات اجارہ کے ضمن میں کیے جاتے ہیں اس لیے سارا عمل اجارہ کے نام سے موسوم کر دیا جاتا ہے۔ صارف کی جانب سے مطلوبہ چیز کے حصول کی درخواست اور پھر اس کے منظوری سے لے کر خریداری، اقساط اور ملکیت تک جو مختلف مراحل طے کیے جاتے ہیں ذیل میں ان کا بیان اور تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ: اجارہ کی درخواست

صارف اور بینک کے درمیان اجارہ کے سلسلے میں طے پانے والا سب سے پہلا مرحلہ صارف کی جانب سے بینک کو مطلوب چیز کی درخواست پیش کرنا ہے۔ اس درخواست میں صارف اپنی مطلوب چیز کے تمام اوصاف و امتیازات واضح طور پر درج کرتا ہے۔ مثال کے طور پر گاڑی کی صورت میں کمپنی، ماڈل، انجن کی طاقت، رنگ، نوعیت یعنی نئی یا استعمال شدہ، قیمت، ڈاؤن پیمنٹ اور فوری یا کچھ عرصہ بعد (بکنگ کی صورت میں) مطلوب ہونے کی وضاحت کرتا ہے۔ نیز صارف اپنی ذاتی معلومات اور مالی حیثیت کا اندراج بھی کرتا ہے جس سے بینک کو اقساط کی بروقت ادائیگی کا اطمینان ہو سکے۔ یاد رہے کہ صارف کے فردِ واحد یا زائد ہونے کے لحاظ سے جدید اجارہ دو طرح کا ہوتا ہے:

1. کارپوریٹ اجارہ (Corporate Ijarah)
2. کنزیومر اجارہ (Consumer Ijarah)

اوّل الذکر سے مراد کسی صنعت سے منسلک افراد کا اجارہ کا معاملہ کرنا ہے جبکہ وہ اس صنعت کے توسط سے اجارہ کی درخواست دیں۔ اس صورت میں اجارہ کی سہولت صنعت یا کمپنی کے نام ہوتی ہے اور ایک بڑی رقم تمویل کے لیے منظور کرائی جاتی ہے جس کی بنا پر بینک اس قسم کے اجارہ میں صارف سے کافی ضمانات طلب کرتا ہے۔ ثانی الذکر انفرادی نوعیت کا اجارہ ہے جس میں فردِ واحد اجارہ کی درخواست دیتا ہے اور ذاتی حیثیت میں بینک سے یہ سہولت حاصل کرتا ہے۔ اس قسم میں درکار تمویل نسبتاً کم ہوتی ہے اس لیے بینک صارف سے بہت زیادہ ضمانات کا مطالبہ نہیں کرتا۔[3]

اسلامی بینکوں کے علاوہ کنوینشل بینک بھی اجارہ کے اس ابتدائی مرحلے کو انجام دیتے ہیں۔ البتہ اسلامی بینک اس مرحلہ پر چند اور امور کا التزام بھی یقینی بناتا ہے:

- اس بات کا یقین حاصل کرنا کہ مطلوب چیز اجارہ پر دی بھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ وہ اشیاء جو استعمال سے ہلاک یا ختم ہو جائیں اسلامی بینک ان کے اجارہ سے گریز کرتا ہے کیونکہ شرعاً ان کا اجارہ درست نہیں۔
- جن اشیاء کا عمومی اور غالب استعمال ناجائز امور میں ہو ان کے اجارہ سے بھی پرہیز کیا جاتا ہے۔
- مطلوبہ چیز کی عمومی حیات کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ جو اشیاء کم وقت تک قابلِ استعمال رہنے کے بعد ہلاک ہو جائیں ان میں طویل مدتی اجارہ نہیں کیا جاتا کیونکہ ہلاکت کے بعد اقساط کے مقابل منافع نہ ہونے کی بنا پر وہ ربا شمار ہوں گی۔

ان تمام امور کے التزام اور صارف کے بارے میں ذاتی و مالی اطمینان کے بعد درخواست کی منظوری یارد کی جاتی ہے۔

تجزیہ

اس مرحلہ کی ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اس میں کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب نہیں پایا جاتا۔ بینک کے پاس چونکہ کثیر افراد کا سرمایہ جمع ہوتا ہے جن کا وہ جوابدہ ہے اس لیے رقم کی ادائیگی کے حوالے سے صارف کی مکمل چھان بین اور اطمینان ضروری ہے۔ نیز مطمئن ہونے کی صورت میں درخواست منظور یارد کرنے کا اختیار بھی اسے حاصل ہے کیونکہ کسی بھی عقد کا انعقاد عاقدین کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ بینک اگر کسی فرد یا ادارہ سے عقدِ اجارہ کا خواہشمند نہ ہو تو شرعاً اسے حق حاصل ہے۔ گویا صارف اور بینک دونوں ابتدائی مرحلہ پر آزاد اور بااختیار ہیں۔

دوسرا مرحلہ: مالی تحدید اور اس کی منظوری

صارف کی مالی حیثیت کا جائزہ لینے کے بعد بینک کو ادائیگی کے حوالے سے اطمینان نہ ہو تو درخواست مسترد کر دی جاتی ہے۔ لیکن اگر صارف مالی طور پر بینک کی شرائط پر پورا اترے تو پھر دوسرا مرحلہ مالی تحدید کی منظوری کا آتا ہے کہ صارف کی درخواست کے مطابق مطلوب چیز کی خریداری کے لیے کتنی رقم منظور کی جائے؟ مالی تحدید کی دو صورتیں ممکن ہیں:

- اوّل یہ کہ ایک بڑی رقم منظور کروائی جائے جسے مجموعی حدِ تمویل کہتے ہیں۔ یہ عموماً کارپوریٹ اجارہ میں ہوتا ہے جہاں کوئی فرم یا کمپنی کافی تعداد میں مشینری یا گاڑیوں کی طلبگار ہوتی ہے تو بجائے ایک ایک مشینری کے لیے اجارہ کا عمل کرنے کے تمام کے لیے درکار سرمایہ کی تمویل منظور کرا لیتی ہے جس سے وقتاً فوقتاً خریداری ہوتی رہتی ہے۔ اس میں وقت کی بچت کے ساتھ ساتھ دستاویزی امور میں بھی سہولت پیدا ہوتی ہے اور بار بار عقد کے مراحل طے نہیں کرنے پڑتے۔
- دوم یہ کہ صارف بینک سے اتنی رقم کی تمویل کراتا ہے جتنی اسے فی الوقت درکار ہوتی ہے۔ یہ عموماً کنزیومر اجارہ میں ہوتا ہے جہاں صارف اپنی ضرورت کے حصول کے لیے درکار رقم کی تحدید کراتا ہے۔

دونوں طرح کی تمویل جس معاہدہ کے تحت عمل میں آتی ہے بینکوں کی اصطلاح میں اسے جنرل یا فیسیلٹی ایگریمنٹ (General / Facility Agreement) کہاجاتاہے۔ اس معاہدہ میں حدِ تمویل کے علاوہ بینک اور صارف کے مابین دیگر حدودو قیود کا اندارج بھی ہوتا ہے مثلاً بینک اور صارف کی ذمہ داریاں، مدت، مطلوب چیز کی حوالگی، ادائیگی کا طریقہ کار اور سیکیورٹی وغیرہ۔[4]

تجزیہ

دوسرے مرحلے پر انجام پانے والے امور میں سے تمویل کی منظوری کے لیے کیاجانے والا معاہدہ اہم ہے۔ شرعی طور پر اس کی حیثیت ایک تحریری یادداشت اور وعدہ کی ہے۔ یہ مستقل عقد نہیں بلکہ مستقبل میں انعقادِ عقد کے لیے صارف اور بینک کی جانب سے رضامندی کا اظہار ہے۔ محض مالی تحدید کی منظوری سے اجارہ عمل میں نہیں آتا۔ مالی تحدید کے بعد بینک صارف کی مطلوبہ چیز کی خریداری کرتا ہے۔ یہاں بینک کو بہر حال یہ خطرہ درپیش ہوتا ہے کہ کہیں صارف چیز کی خریداری کے بعد عقدِ اجارہ سے انکاری نہ ہوجائے۔ ایسی صورت میں بینک کو نقصان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس صورت میں بینک کو ممکنہ طور پر دو طرح کا نقصان ہو سکتا ہے:

1. کسی دوسرے کو بیچنے کی صورت میں وہ چیز لاگت سے کم قیمت پر فروخت ہو۔
2. کسی دوسرے کو اجارہ پر دینے کی صورت میں حاصل شدہ اجرت لاگت سے کم ہو۔

دونوں صورتوں میں بینک کا حقیقی نقصان ظاہر ہے اور اگر اس کا حل تلاش نہ کیاجائے تو لوگوں کے اموال اور ان کی بچتیں ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ بینک کو اس نقصان سے بچانے کے لیے ممکنہ طور پر تین طریق اختیار کیے جاسکتے ہیں:

- اس معاہدے کے وقت ہی عقدِ اجارہ کا انعقاد ہوجائے جس کی ابتدا اس چیز کی منتقلی سے ہو اور اسی وقت سے صارف پر کرایہ لاگو ہو۔
- صارف سے عقدِ اجارہ کا وعدہ لے کر اس کے حق میں لازم قرار دیاجائے جس کی خلاف ورزی کی صورت میں اسے قانوناً مجبور کیاجاسکے۔
- بینک صارف سے اس مرحلہ پر زرِ ضمانت وصول کرلے۔

یہ تین ممکنہ حل ہیں۔ البتہ ان پر عمل ان کی شرعی حیثیت اور ممکنہ مشکلات کے سدباب سے مشروط ہے۔ آئندہ سطور میں ان کی شرعی حیثیت اور اطلاقات پر بات کی جاتی ہے جس سے واضح ہوگا کہ یہ کہاں تک اس خطرہ کا سدباب کرتے ہیں؟ انہیں اپنانے میں کیا دشواریاں اور انہیں کیسے دور کیاجاسکتا ہے؟

عقدِ اجارہ کا مستقبل کی طرف منسوب ہونا

اس مرحلہ پر بینک اور صارف عقدِ اجارہ کرلیں جس کی ابتدا مطلوبہ چیز پر صارف کے قبضہ سے ہو اور وہیں سے اس

پر اقساط کی ادائیگی لازم قرار دی جائے تو کتبِ فقہ میں اجارہ مضاف الی المستقبل کے عنوان سے یہ مسئلہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ آیا اجارہ کی نسبت مستقبل کی کسی تاریخ کی طرف کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اصولی طور پر مستقبل کی کسی تاریخ میں اجارہ کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً عاقدین ماہ محرم میں عقد کریں کہ اس کی ابتدا صفر یا کسی اور ماہ سے ہو۔ شوافع کے سوا مذاہبِ ثلاثہ کے فقہاء اس کی اجازت دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی کتب میں اس اصول پر بہت سے متفرع مسائل دیکھنے کو ملتے ہیں۔[5] الہدایہ میں اجارہ کے شرط پر معلق ہونے کا باب موجود ہے جس میں متعدد مسائل بیان ہوئے ہیں۔[6] شرط پر معلق ہونے میں بھی مستقبل کی جانب اضافت کا پہلو پایا جاتا ہے کیونکہ شرط کا تحقق زمانہ مستقبل میں ہی ہوتا ہے۔ یہ امر احناف کے اس رجحان کا پتہ دیتا ہے کہ ان کے نزدیک اجارہ کی نسبت مستقبل کی طرف کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح فقہ ابنِ حزم کا اصول ہے کہ جب تک کسی عقد کی حرمت منصوص نہ ہو وہ اپنی اصل حلت پر باقی رہے گا۔[7] اس اصول کی بنا پر بھی کہا جاسکتا ہے کہ اجارہ مستقبل کی جانب منسوب ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کے لیے ایک بنیادی شرط ہے کہ وہ چیز بوقتِ عقد موجر کی ملکیت میں ہو تاکہ وہ اسے بروقت ادا کر سکے۔

اس شرط کے تناظر میں جب ہم بینک کے اجارہ کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مرحلہ پر وہ چیز بینک کے پاس موجود نہیں ہوتی کیونکہ متعین اشیاء کے اجارہ کی صورت میں اس کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں جن کے مطابق بینک خریداری کرتا اور بعد ازاں وہ چیز صارف کے حوالے کرتا ہے۔ لہذا یہاں اجارہ مضاف الی المستقبل والا مسئلہ قابلِ عمل نہیں رہتا۔

صارف کی طرف سے وعدہ اور اس کا التزام

دوسرا ممکنہ حل صارف سے عقد کا وعدہ لینا اور اس کے حق میں لازم قرار دینا ہے جس کی خلاف ورزی کی صورت میں اسے قانوناً عقد پر مجبور کیا جاسکے۔ اصولاً یہ لزومِ وعد کی بحث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی امر کے بارے میں دوسرے کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کی پاسداری اور مکمل ادائیگی ایفائے عہد کہلاتی ہے اور مستقبل میں کسی کام کے کرنے کے وعدہ کو وعدہ کرنے والے کے حق میں لازم قرار دینے کا نام التزامِ وعد ہے بایں طور کہ اگر وہ وعدہ کے برعکس کرنا چاہے تو اسے مجبوراً وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا جائے۔ قرآن وسنت میں جابجا عہد و پیمان کی پاس داری کا حکم اور اس کی مدح سرائی کی گئی ہے جبکہ عہد شکنی کی مذمت واضح الفاظ میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اسے منافقانہ طرزِ عمل گردانا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

"وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً۔"[8]

ترجمہ: اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی۔

آیت میں واضح طور پر عہد کی پاسداری کا حکم دیا جارہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد و پیمان پر عمل مطلوب

و محمود ہے۔ نیز سورۃ الصف میں فرمان ہے کہ:

"كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ۔"[9]

ترجمہ: اللہ اس بات سے سخت بیزار رہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

معلوم ہوا کہ کہی ہوئی بات پر عمل نہ کرنا اللہ کی ناراضگی اور بیزاری کا سبب ہے۔ وعدہ خلافی میں بھی یہی صورت پائی جاتی ہے۔ نیز صحیح البخاری میں ہرقل اورابوسفیان کے مابین مکالمہ موجود ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی بابت دریافت کیے جانے پر جب ابوسفیان نے تمام صورتحال بتائی توجواباً ہرقل نے کہا:

"سالتک ماذا یامرکم فزعمت انه امر کم بالصلاة والصدق والعفاف والوفاء بالعهد واداء ا لامانة قال وهذه صفة نبی۔"[10]

ترجمہ: میں نے تم سے دریافت کیا کہ وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ تم نے کہا کہ تمہیں نماز، سچ، پاکدامنی، ایفائے عہد اورامانت کی ادائیگی کا حکم دیتے ہیں کہا کہ یہ تو نبی کے اوصاف ہیں۔

روایت سے پتہ چلتاہے کہ صدق ووفا اوصافِ نبوت میں سے ہے۔ ایک روایت میں ان کی نقیض یعنی کذب و عہد شکنی کو علامتِ نفاق بھی قرار دیا گیاہے۔[11] ان نصوص کی رو سے ایفائے عہد کے مطلوب و محمود ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اگر وعدہ کے لزوم کے حوالے سے بات کی جائے کہ تو اصل مذہب وفاءبالوعد کے استحباب ہی کا ہے جو فقہائے امت کے ہاں مسلّم ہے۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

"العدة واجب الوفاء بهاوجوب سنةوکرامةوذلک من اخلاق اهل الایمان۔"[12]

ترجمہ: ایفائے وعد کا وجوب وجوبِ سنت وشرف ہے اور یہ اہل ایمان کے اخلاق میں سے ہے۔

عبارت میں وجوبِ سنت و کرامت کے لفظ سے پتہ چلتاہے کہ یہ وجوب استحبابی ہے لازمی نہیں کہ جس کے ترک کو قابلِ مؤاخذہ گردانا جائے۔ نیز شبیر احمد عثمانی نے بھی ایفائے عہد کا تاکیدی استحباب نقل کیا اور خلاف ورزی کو کراہتِ تنزیہ کا درجہ دیاہے۔[13] اسی طرح بدرالدین العینی لکھتے ہیں کہ:

"انجازالوعدماموربه مندوب الیه عندالجمیع ولیس بفرض۔ ۔ ۔ ولاخلاف فی ان ذلک مستحسن۔"[14]

ترجمہ: وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا گیاہے اور یہ سب کے نزدیک مندوب ہے فرض نہیں...اور اس کے مستحسن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

استحباب پر اتفاق کے باوجود مختلف فقہاء کی بعض عبارات سے ایسے قرائن وشواہد ضرور ملتے ہیں جن سے پتہ چلتاہے کہ بعض اوقات ایفائے عہد کو لازم قرار دیا جاسکتاہے۔ مثال کے طور پر فخر الدین الزیلعی لکھتے ہیں:

"لان المواعيد قد تكون لازمة قال عليه الصلاة والسلام العدة دين فيجعل هذا الميعاد لازما لحاجة الناس اليه۔"[15]

ترجمہ: اس لیے کہ وعدے بعض اوقات لازم بھی ہوتے ہیں۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ وعدہ دین ہے۔ چنانچہ حاجت الناس کی بناپر اس وعدہ کو لازم قرار دیا جائے گا۔

اسی طرح بعض مالکیہ کے ہاں یہ صورت ملتی ہے کہ اگر وعدہ کو کسی سبب کے ساتھ مرتبط کر دیا جائے تو سبب پائے جانے کے وقت وعدہ پورا کرنا لازم ہو گا۔ الحطاب مالکی اس سلسلے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الرابع يقضیٰ بها ان كانت على سبب ودخل الموعود بسبب العدة في شئی۔"[16]

ترجمہ: چوتھا قول یہ ہے کہ وجوبِ قضاء کا حکم دیا جائے گا اگر وعدہ کسی سبب پر ہو اور وہ سبب داخل ہو جائے۔

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجات الناس کے پیش نظر یا سبب کے ساتھ مربوط وعدہ کو تحققِ سبب کے وقت لازم قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ صورتحال میں وعدہ کو لازم قرار دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ صارف پر اس وعدہ کی پابندی لازم قرار پائے اور خلاف ورزی کی صورت میں بینک کو بذریعہ عدالت اسے پورا کرانے کا اختیار حاصل ہو۔ کیونکہ بینک کی خریداری کے بعد صارف اگر عقدِ اجارہ سے انکاری ہو جائے تو اموال الناس کا ضیاع لازم آتا ہے جس کے تحفظ کے لیے کوئی ٹھوس اور جامع حل ضروری ہے۔ لزومِ وعد اس سلسلے میں اپنا کردار تو ادا کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے عدالتی طریقہ کار کی پیروی لازم ہے جس کے لیے کثیر سرمایہ اور وقت درکار ہوتا ہے۔ اس عملی دشواری کی بناپر بینک یہ راہ بھی اختیار نہیں کرتے۔

پیشگی زرِ ضمانت کا حصول

صارف کی سنجیدگی اور ممکنہ نقصان کے خطرہ سے بچاؤ کے لیے بینک اس مرحلہ پر صارف سے کچھ رقم لے سکتا ہے۔ پہلے دو طریقوں کے برعکس اس میں کوئی عملی یا فقہی دشواری نہیں۔ قدیم کتبِ فقہ میں کفالۃ و حوالۃ کے تحت ضمانت کا مسئلہ زیرِ بحث آتا ہے اور فقہاء نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ کوئی بھی فرد اپنے حق کے تحفظ کی خاطر دوسرے سے کسی بھی طرح کی ضمانت لے سکتا ہے۔[17] نیز یہ رقم وہی شخص ادا کرے گا جو اجارہ کے معاملہ میں سنجیدہ ہو گا۔ بینک سیکیورٹی ڈیپازٹ کے نام سے یہ رقم وصول کرتے ہیں جو ایک طرح کی ضمانت ہے کہ اگر صارف اجارہ سے انکاری ہو جائے تو بینک ہونے والے نقصان کو اس رقم سے پورا کر سکے۔ البتہ اس کے لیے درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہو گا:

- یہ رقم بینک کے پاس صارف کی امانت تصور ہو گی۔

- امانت ہونے کی بناپر بینک کو اس میں تصرف کا اختیار نہ ہو گا الا یہ کہ صارف کی طرف سے اجازت ہو۔
- اجازت ہونے کی صورت میں بینک اسے مشارکہ و مضاربہ کی بنیاد پر تجارت میں لگا سکتا ہے۔ اس صورت میں بینک اور صارف کے مابین نفع کا تناسب واضح طور پر طے ہونا اور تجارت میں نفع کی صورت میں صارف کا متناسب حصہ اسے ادا کرنا لازم ہو گا۔
- اجازت نہ ہونے کی صورت میں بینک صرف ہونے والے حقیقی نقصان کو اس رقم سے پورا کر سکے گا۔ جیسا کہ صارف اقساط ادا کرنا ترک کر دے تو بقیہ اقساط اس زر ضمانت سے پوری کی جاسکتی ہیں یا اگر صارف نادہندہ اور اثاثہ کی نیلامی لازمی ہو تو نقصان کو بھی اس زرِ ضمانت سے کسی حد تک پورا کیا جاسکتا ہے۔

ان امور کا لحاظ رکھتے ہوئے صارف سے زرِ ضمانت وصول کیا جاسکتا ہے اور یہی طریق بینک صارف کی سنجیدگی برقرار رکھنے کے لیے اپناتے ہیں۔

تیسرا مرحلہ: مطلوب اثاثے کی خریداری

مالی تحدید کی منظوری کے بعد مطلوبہ چیز مثلاً گاڑی یا مشینری وغیرہ کی خریداری کا مرحلہ آتا ہے۔ گاڑی نئی ہونے کی صورت میں کمپنی سے بک کروائی جاتی ہے۔ مقررہ مدت کے بعد وصول ہونے پر بینک اپنی ملکیت میں لینے کے بعد صارف کے حوالے کر دیتا ہے۔ اگر مطلوبہ چیز استعمال شدہ ہو تو مالک سے خرید کر فوری طور پر صارف کے حوالے کر دی جاتی ہے۔ خریداری کے حوالے سے بعض اوقات بینک خود خریداری کا عمل کرتا ہے، بعض اوقات کسی تیسرے کو اور بعض اوقات اسی صارف کو خریداری کے لیے وکیل بنا دیتا ہے کہ وہ بینک کا وکیل بن کر کمپنی یا مالک سے گاڑی خرید لے۔ ایسی صورت میں صارف کا پہلا قبضہ بطور وکالت ہو گا اور عقدِ اجارہ طے پاجانے کے بعد بطور مستاجر وہ چیز اپنے قبضہ اور تصرف میں لے گا۔ نیز ماقبل میں بیان کردہ زرِ ضمانت سیکیورٹی ڈیپازٹ کے نام سے اسی مرحلہ پر وصول کیا جاتا ہے۔ عموماً یہ مطلوبہ چیز کی کل قیمت کا کچھ فیصدی حصہ ہوتا ہے جسے صارف کی خواہش اور بینک کے قوانین کو سامنے رکھتے ہوئے کم یا زیادہ کیا جاسکتا ہے۔

تجزیہ:

اصولی طور پر یہاں دو امور قابلِ ذکر ہیں:

- اوّل یہ کہ بینک کا خریداری کے لیے اسی صارف کو وکیل بنانا کہاں تک درست ہے؟
- دوم یہ کہ اجارہ طے پاتے وقت سیکیورٹی ڈیپازٹ کی شرط لگانا کس حد تک جائز ہے؟

جہاں تک پہلے امر کا تعلق ہے تو بہتر یہی ہے کہ بینک خود خریداری نہ کرنے کی صورت میں کسی تیسرے کو وکیل بنائے تاکہ کسی قسم کا کوئی اشکال باقی نہ رہے۔ لیکن خود صارف کو بھی وکیل بنانے کی گنجائش موجود ہے۔ اس سے

معاملے پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ البتہ یہاں تمام احکامِ وکالت کا خیال رکھنا ہو گا۔ مثلاً:

- وکیل موکل کی ہدایت کے مطابق کام کرنے کا پابند ہوتا ہے اس لیے صارف بینک کی ہدایات کے مطابق کام کرنے کا پابند اور ان سے ہٹ کر اس کا تصرف غیر معتبر ہو گا الا یہ کہ اس میں موکل یعنی بینک کا نفع ہو۔
- وکیل کے لیے آگے کسی کو وکیل بنانا درست نہیں اس لیے صارف پر خود خریداری لازم ہو گی۔
- خریداری کے عمل میں اجارہ سے قبل اس چیز کی مکمل ذمہ داری بینک کی ہو گی کیونکہ وہی حقیقی مالک ہے۔ کسی بھی قسم کا نقصان بینک کو برداشت کرنا ہو گا الا یہ کہ وکیل کی جانب سے تعدی پائی جائے۔ اس صورت میں وکیل نقصان پورا کرنے کا ذمہ دار ہو گا۔
- اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ عقدِ وکالت اور عقدِ اجارہ الگ الگ طے پائیں تا کہ صفقتین فی صفقۃ کی خرابی لازم نہ آئے۔[18]

یہاں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی ضرورت ہے کہ عقدِ اجارہ کرتے ہوئے سیکیورٹی ڈیپازٹ کی شرط لگانے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ روایات مختلف ہونے کی بنا پر اس مسئلہ کا حکم مطلقاً نہیں بلکہ اس کا دارومدار لگائی جانے والی شرط کی نوعیت پر ہے۔ عقد میں شرط کی تفصیلی مباحث طوالت کا باعث ہونے کی بنا پر مختصراً بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ احادیث کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے شروط کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے:

- ایسی شرط جو مقتضائے عقد کے مطابق یا مناسب ہو۔ جیسا کہ مستاجر کا عقدِ اجارہ میں یہ شرط لگانا کہ موجر جب تک عین مستاجرہ اسکے حوالے نہیں کرے گا میں کرایہ نہیں دوں گا۔
- ایسی شرط جو مقتضائے عقد کے مخالف ہو۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں: وہ شرط غیر معروف ہو یعنی لوگوں کا اس پر تعامل نہ ہو۔ جیسا کہ کسی چیز کو اس شرط پر فروخت کرنا کہ خریدنے والا بیچنے والے کو اتنی رقم قرض دے گا یا وہ شرط معروف ہو جائے۔ جیسا کہ موجودہ دور میں الیکٹرانکس کی بیشتر اشیاء کمپنی کی طرف سے گھروں میں لگا کر بھی دی جاتی ہیں۔

عقد کے مطابق یا مناسب شرط لگانے کے جواز میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ یہ عقد کا تقاضا ہے اور شرط نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ مقتضائے عقد کے خلاف غیر معروف شرط کے فساد پر بھی علماء متفق ہیں۔[19] ان اقسام میں سے قابلِ ذکر وہ شرط ہے جو مقتضائے عقد کے تو خلاف ہو لیکن معاشرے میں رواج پا جائے۔ قیاس کا تقاضا ایسی شرط کے عدمِ جواز کا ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے فقہاء اس کی بھی اجازت نہیں دیتے۔[20] البتہ عرف وتعامل کی بنا پر متعدد فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ ایسی شرط کے بارے میں صاحب الہدایہ لکھتے ہیں:

"الاان یکون متعارفالان العرف قاض علی القیاس۔"[21]

ترجمہ: الا یہ کہ وہ شرط لوگوں کے درمیان متعارف ہو کیونکہ عرف قیاس کے خلاف دلیل ہے۔

معلوم ہوا کہ جس شرط پر لوگوں کا رواج ہو جائے وہ بھی درست ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مجتہد فیہ مسائل میں عرف وتعامل کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ عرف وتعامل کی بناپر جب اصولی قواعد میں لچک پیدا ہو سکتی ہے تو اختلافی مسائل میں بطریق اولیٰ وقت کی ضرورت اور سہولت پر مبنی فیصلہ دیا جاسکتا ہے۔ اس پس منظر میں اگر سیکیورٹی ڈیپازٹ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ معاصر معیشت میں اس کا عام رواج ہے اور جس مقصد کی خاطر یہ وصول کیا جاتا ہے اس کی اہمیت سے بھی انکار ممکن نہیں اس لیے اجارہ کے معاصر معاملات میں یہ شرط قرینِ قیاس اور مناسب ہے۔ البتہ سیکیورٹی ڈیپازٹ میں تصرف کے حوالے سے ماقبل میں بیان کردہ حدود وقیود کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہو گا تاکہ کسی قسم کا شرعی فساد رواج نہ پاسکے۔

چوتھا مرحلہ: مطلوبہ اثاثہ اجارہ پر دینا

مطلوبہ چیز کی خریداری کے بعد اسے اجارہ پر دینے کا مرحلہ آتا ہے۔ بینک بطور موجر صارف کو مطلوبہ چیز اجارہ پر دیتا ہے اور اس کی اجرت وصول کرتا ہے۔

تجزیہ

اس مرحلہ کے تجزیہ کے حوالے سے درج ذیل امور اہم ہیں:

- اجارہ کی ابتدا اور اجرت کا لزوم
- اقساط کا تعین
- اثاثہ کے اخراجات

اجارہ کی ابتدا اور اجرت کا لزوم

اجارہ کی فقہی تفصیلات کے مطابق شرعاً مستاجر پر اجرت اس وقت لازم ہوتی ہے جب عین مستاجرہ قابلِ استعمال حالت میں اس کے حوالے کر دی جائے۔ چنانچہ بینکوں کے اجارہ میں اس بات کو یقینی بنانا ہو گا کہ صارف پر اجرت اسی وقت سے لازم ہو جب وہ اپنی مطلوبہ چیز قابلِ انتفاع حالت میں پالے۔ بیرونِ ملک سے یا مختلف اجزاء کی شکل میں خریداری کے بعد جب تک وہ چیز مکمل طور پر صارف کے حوالے نہ کر دی جائے جسے وہ اپنے استعمال میں لا سکے بینک کے لیے کرایہ وصول کرنا درست نہ ہو گا۔ کنوینشنل بینکوں میں رائج اجارہ کے مفاسد میں بیان کیا گیا تھا کہ وہ قابلِ استعمال حالت میں چیز صارف کے حوالے سے قبل ہی کرایہ وصول کرنا شروع کر دیتے ہیں جو شرعاً جائز نہیں۔ اس امر کو یقینی بنا کر شرعاً خامی کو دور کیا جاسکتا ہے۔

اقساط کا تعین

عاقدین باہمی رضامندی سے کسی بھی دورانیہ پر مشتمل اقساط متعین کرسکتے ہیں۔ البتہ یہ لازم ہے کہ قسط اور مدت وغیرہ بینک اور صارف کے مابین واضح اور غیر مبہم طور پر طے ہو۔ تمام دورانیہ کی یکساں یا کمی بیشی کے ساتھ اقساط مقرر کی جاسکتی ہیں۔ البتہ یہ بات لازم ہے کہ اضافہ کے لیے جس معیار کو بھی بنیاد بنایا جائے وہ واضح اور متعین ہو تاکہ عاقدین کے مابین مستقبل میں نزاع کا خدشہ باقی نہ رہے۔ جیسا کہ سال بعد قسط میں دس فیصد اضافہ شامل کرنا وغیرہ۔

اثاثہ کے اخراجات

مدتِ اجارہ میں چونکہ عین مستاجرہ اصل مالک کی ملکیت میں رہتی ہے مستاجر صرف اس کے استعمال کا حق رکھتا ہے اس لیے اس دوران اس کے ملکیتی اخراجات جیسا کہ ٹیکس، تکافل کی فیس وغیرہ برداشت کرنا بینک کی ذمہ داری ہوگی۔ نیز صارف کی کوتاہی کے بغیر پیدا ہونے والا نقصان بھی بینک ہی کو برداشت کرنا ہوگا۔ جبکہ اس چیز کے استعمال سے متعلق اخراجات صارف کے ذمہ ہوں گے جیسا کہ ایندھن یا آئل کی تبدیلی وغیرہ۔ کنوینشل بینک اجارہ کے معاملہ میں اس چیز کی کوئی ذمہ داری برداشت نہیں کرتے اور ملکیتی واستعمالی تمام اخراجات صارف کے ذمہ ڈالتے ہیں جو شرعاً ناجائز ہے۔ اخراجات کی یہ تقسیم اجارہ کے شرعی قوانین کے مطابق بنائی جائے تاکہ شرعاً کوئی خامی باقی نہ رہے۔

پانچواں مرحلہ: ضمانات کی وصولی اور ادائیگی کو یقینی بنانا

عقدِ اجارہ طے پاجانے کے بعد بینک کو صارف کی جانب سے اقساط کی عدم ادائیگی یا اس میں تاخیر کا خطرہ بہرحال رہتا ہے چنانچہ بینک مختلف ضمانات کی شکل میں اس کا سدباب کرتا ہے جو کہ درج ذیل نوعیتوں کی ہوسکتی ہیں:

- عمومی ضمانت: اس کی ضرورت کارپوریٹ اجارہ میں پیش آتی ہے۔ یہ ضمانت عام طور پر اس صنعت کے سربراہان ذاتی حیثیت سے دیتے ہیں کہ صارف نادہندہ ہوا تو وہ اپنے اثاثوں سے نقصان پورا کریں گے۔
- مقاصہ: بسا اوقات بینک صارف سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بینک میں ایک اکاؤنٹ کھلوائے اور کچھ رقم اس میں رکھے۔ اقساط کی عدم ادائیگی کی صورت میں بینک صارف سے اپنے لیے یہ اختیار منظور کرواتا ہے کہ وہ قسط کے برابر رقم اس اکاؤنٹ سے کاٹ سکے۔ اسے مقاصہ یا Set off کہتے ہیں۔
- پیشگی چیک: بعض اوقات اجارہ کی پوری مدت کی اجرت یا مختلف حصوں کی اقساط کے برابر چیک صارف سے دستخط کرواکر رکھ لیے جاتے ہیں تاکہ اگر وہ قسط ادا نہ کرے تو بذریعہ چیک بینک اپنا حق وصول کرلے۔
- پرومیسری نوٹ: یہ ایک جبری قسم کا دستاویز ہے جس میں صارف اس امر کا وعدہ کرتا ہے کہ اگر اس نے واجبات کی ادائیگی نہ کی تو بینک اس نوٹ کی بنا پر عدالتی چارہ جوئی کرسکتا ہے۔[22]

عدمِ ادائیگی کے علاوہ تاخیر سے ادائیگی بھی مالی مشکلات کا باعث بنتی ہے کیونکہ بینک نے رقوم جمع کروانے والے صارفین کو ادائیگی کرنا ہوتی ہے اوراس میں تاخیر سے صارفین کے اعتماد میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس خطرہ کا انسداد کنوینشنل بینک سود کی شکل میں کرتے ہیں۔ مقررہ وقت پر ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں قسط پر یومیہ سود لگنا شروع ہو جاتا ہے جس سے بچنے کے لیے صارف جلد از جلد ادائیگی کی کوشش کرتا ہے۔ ربا کی مد میں حاصل ہونے والی رقم بینک اپنی دیگر ضروریات میں صرف کرتا ہے اوراگر وہ چاہے تو صارف کواس کی رعایت بھی دے سکتا ہے جس کے نتیجے میں اس پر زائد رقم لازم نہیں رہتی۔ اجارہ میں اقساط متعین ہو جانے کے بعد تاخیر کی صورت میں ان پر اضافہ ربا کے زمرے میں آتا ہے جس کی ممانعت شرع میں وارد ہے اس لیے بینکوں کے لیے یہ رویہ اختیار کرنے کی گنجائش نہیں۔[23]

معاصر علماء و محققین نے اس مسئلے کے لیے التزامِ تصدق کا حل پیش کیا ہے جس کے مطابق بوقت اجارہ صارف اس بات کا التزام کرتا ہے کہ اگر اس نے بروقت قسط کی ادانہ کی تو اتنی رقم بینک کے زیرِ انتظام خیراتی فنڈ میں جمع کروائے گا۔ اس التزام کی وجہ سے صارف پر ادائیگی کا دباؤ رہتا ہے البتہ یہ رقم بینک نہ تو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے اور نہ ہی صارف کو بعد از التزام معاف کر سکتا ہے کیونکہ اس کے لازم ہونے کا سبب صارف کی جانب سے التزام ہے نہ کہ بینک کا حق ہونا۔ یہ امر اسلامی بینک کو کنوینشنل بینک سے ممتاز کرتا ہے۔

تجزیہ

جہاں تک پیشگی طلب کی جانے والی ضمانات کا تعلق ہے تو ان کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ اپنے حق کے تحفظ کی خاطر بینک ان کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ البتہ ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں ربا کے متبادل کے طور پر التزامِ تصدق کا جو حل پیش کیا گیا ہے اس کی وضاحت ضروری ہے۔

التزامِ تصدق کی شرعی حیثیت

مذکورہ معاملہ میں صارف کا یہ التزام کرنا کہ اگر اس نے کرایہ کی قسط وقت پر ادانہ کی تو اتنی رقم خیراتی فنڈ میں جمع کرائے گا التزامِ تصدق ہے۔ مذاہبِ اربعہ کے فقہاء میں سے صرف مالکیہ اس امر کی اجازت دیتے ہیں کہ التزامِ تصدق کرنے والے پر اسے قانوناً لازم قرار دے دیا جائے۔[24] دیگر فقہاء کے نزدیک التزام کی صورت میں بھی تصدق مستحب رہے گا اوراسے قانوناً مجبور نہیں کیا جا سکے گا۔ ابنِ حزم المحلیٰ میں ایک مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی اصل حکم عدمِ لزوم ہے۔ لکھتے ہیں:

"ومن وعد آخربان یعطیه مالا معینا او غیرمعین او بان یعینه فی عمل ماحلف له علی ذلک اولم یحلف لم یلزمه الوفاء به۔"[25]

ترجمہ: جس نے دوسرے سے وعدہ کیا کہ وہ اسے متعین یا غیر متعین مال دے گا یا کسی عمل میں اسکی مدد کرے گا تو اس پر وفاء لازم نہ ہوگی چاہے اس پر قسم کھائے یا نہ۔

عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ کسی دوسرے کو مال دینے کے وعدہ کو واعد کے حق میں لازم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ہاں اس کا یہ عمل وفاء بالوعد کی ترغیب کی بناپر مستحب ضرور ہوگا۔ اس صورتحال میں اگر میں ہم مذکورہ معاملہ کا جائزہ لیں تو التزام تصدق پر عمل درج ذیل وجوہات کی بناپر وقت کی اہم ضرورت معلوم ہوتا ہے:

- اسلامی بینکوں کے پاس موجود سرمایہ کا ایک بڑا حصہ عوام الناس کی رقوم پر مشتمل ہوتا ہے جس سے بذریعہ تمویل انہیں منافع فراہم کیا جاتا ہے۔ اگر تاخیر پر کوئی بندنہ لگایا جائے تو بینک کے لیے صارفین کو منافع کی بروقت ادائیگی مشکل ہوتی چلی جائے گی اور ان کا بینک پر اعتماد ختم ہوتا جائے گا۔
- جبری صدقہ کی شرط صارف کو بروقت قسط کی ادائیگی پر ابھارتی ہے اور یوں بینک اور صارفین کے معاشی معاملات ایک مقررو مرتب طور پر رواں دواں رہتے ہیں۔
- ماقبل میں ذکر کردہ لزومِ وعد کی بحث کا حاصل بھی یہی ہے کہ اموال الناس کے تحفظ کی خاطر مخصوص صورتوں میں وعدہ کو لازم قرار دیا جاسکتا ہے جس کے اشارات مختلف فقہاء کی تصریحات سے ملتے ہیں جو اس مقام پر پیش کی گئیں۔ التزامِ تصدق کو اگر وعدہ پر محمول کرلیا جائے اور صارف سے یہ وعدہ لیا جائے تو یہ بھی اس شرط کے جواز کو فوقیت دیتا ہے۔
- مالکیہ کے موقف کو اختیار کرنے میں اتحاد بین المسالک کا بہترین نمونہ پایا جاتا ہے۔

اس بناپر التزام بالتصدق کی شرط مناسب معلوم ہوتی ہے۔ بغیر التزام اقساط کی بروقت ادائیگی کے لیے مجبور کرنے کا مقصد پورا نہ ہوگا اس لیے معاصر معیشت میں مالکیہ کے موقف کے مطابق صارف پر صدقہ کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ معاییر میں ہے کہ:

"ان جوازالاشتراط على المدين المماطل بالتزام التصدق بمبلغ زائدعن الدين هو من قبيل الالتزام بالتبرع المعروف عندالمالكية۔"[26]

ترجمہ: ٹال مٹول کرنے والے مقروض پر دین سے کچھ زائد مقدار صدقہ کا التزام مالکیہ کے ہاں معروف التزام بالتبرع کے قبیل سے ہے۔

عبارت میں موجود دین مماطل کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تاخیر کی صورت میں صدقہ کا التزام ٹال مٹول کرنے والے صارف پر ہی ہونا چاہیے۔ تنگ دستی کی بناپر قسط تاخیر سے ادا کرنے والے کو رعایت دینا نہ صرف شریعت کے اصولوں کے مطابق بلکہ معاصر صورتحال میں ضروری ہے تاکہ اسلامی بینکوں پر لوگوں کے اعتماد اور رجحان

میں اضافہ ہو اور صارفین کے معقول اعذار کو ملحوظ رکھنے کے مثبت نتائج بر آمد ہوں۔ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ بینک صدقہ کی مد میں حاصل شدہ رقم کو خیراتی فنڈ میں من وعن صرف کرنے کا پابند ہو گا اور اسے اپنے اثاثوں میں شامل کر کے دیگر ضروریات پوری نہ کر سکے گا۔

چھٹا مرحلہ: اختتامِ اجارہ اور انتقالِ ملکیت

اصولی طور پر صارف جب مکمل اقساط ادا کر دے اور مدتِ اجارہ اپنے اختتام کو پہنچ جائے تو صارف پر لازم ہے کہ وہ اثاثہ بینک کو واپس کر دے۔ لیکن اجارہ منتہیہ بالتملیک اثاثے کی ملکیت کی منتقلی پر منتج ہوتا ہے اس لیے مروجہ معاملہ میں وہ اثاثہ درج ذیل طریقوں میں سے کسی ایک کے ذریعے صارف کی ملکیت میں منتقل کر دیا جاتا ہے:

1. بینک صارف سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اجارہ کے اختتام پر وہ اثاثہ اسے تحفہ کر دیا جائے گا۔
2. بینک صارف سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اختتام پر اثاثہ بازاری قیمت پر صارف کو بیچ دیا جائے گا۔
3. اثاثہ کی بطور ہبہ حوالگی کسی امر سے مشروط کر دی جاتی ہے۔ مثلاً آخری کچھ اقساط کی یکمشت ادائیگی کی شرط
4. پر ہبہ کرنا۔
5. بعض اوقات سیکیورٹی ڈیپازٹ کے بدلے بھی اثاثہ فروخت کر دیا جاتا ہے جو کہ صارف کا حق ہوتا ہے اگر وہ اثاثے کے بدلے اس سے دستبردار ہونا چاہے تو اسے اختیار حاصل ہے۔[27]

تجزیہ

مدتِ اجارہ کے اختتام، اقساط کی مکمل ادائیگی یا اثاثہ کی ہلاکت کی صورت میں عقد کا انتہاء کو پہنچ جانا بالکل واضح ہے اور یہاں دونوں فریق از سرِنو کوئی اور عقد کرنے میں آزاد ہیں۔ اسی طرح اثاثہ باقی ہونے کی صورت میں بینک کو لوٹا کر صارف سیکیورٹی ڈیپازٹ واپس لینے کا بھی حقدار ہے۔ تاہم اگر فریقین اثاثے کی منتقلی پر باہم رضامند ہوں تو اس کے لیے مذکورہ عقود کو اختیار کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ اثاثہ پر بینک کی ملکیت ثابت ہونے کی بنا پر وہ اسے بلاعوض یا بالعوض کسی بھی قیمت پر فروخت کرنے کا حق رکھتا ہے۔ تاہم اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ملکیت کی منتقلی کے لیے کیا جانے والا عقد مستقل طور پر کیا جائے اور سابقہ عقدِ اجارہ میں مشروط نہ ہو تاکہ صفقتین فی صفقۃ کی خرابی لازم نہ آئے۔ مجمع الفقہ الاسلامی کی پیش کردہ قرارداد کا حاصل بھی یہی ہے:

"عقداجارةمع الوعدبهبةالعين المستاجرةعندالانتهاءمن وفاءجميع الاقساط الايجاريةعلى ان تكون الهبة بعقدمنفصل۔"[28]

ترجمہ: عقد اجارہ میں جب اثاثہ کو ہبہ کرنے کا وعدہ ہو اور تمام اقساطِ اجرت ادا ہو چکی ہوں تو یہ جائز ہے بشرطیکہ ہبہ الگ عقد کے ذریعہ کیا جائے۔

جہاں تک بینک کے وعدہ کا تعلق ہے تو یہاں بھی لزومِ وعد کی بحث ملحوظ رہنی چاہیے اور بہتر یہی ہے کہ لزوم یکطرفہ ہو۔ جانبین کا لزوم عقد کا حکم رکھتا ہے جس کا مستقل طور پر منعقد ہونا ضروری ہے۔ کنوینشل بینک ملکیت کی منتقلی کے لیے نیا عقد نہیں کرتے بلکہ اسی عقدِ اجارہ میں یہ بات شامل ہوتی ہے لیکن اسلامی بینک اس امر کے لیے نیا عقد انجام دیتے ہیں جس کی بنا پر یہ خامی باقی نہیں رہتی۔

حاصلِ بحث

کسی بھی چیز کی ملکیت اصل مالک کے حق میں باقی رکھتے ہوئے منافع کا بالعوض دوسرے کی جانب انتقال اجارہ کہلاتا ہے جو کہ قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی بنا پر ایک مشروع عقد ہے۔ ابتدا ہی سے اشخاص کی خدمات یا معین اشیاء کے منافع کا اجرت کے بدلے حصول رائج رہا ہے۔ عقد ہونے کی بنا پر عاقدین کے ارادہ سے اس کا انعقاد عمل میں آتا ہے۔ بوقتِ عقد معقود علیہ یعنی مطلوبہ چیز کے منافع اور اجرت واضح طور پر معلوم و متعین ہونا ضروری ہے۔ جدید معاشیات میں اجارہ ایک جدید شکل میں رائج ہے جسے اجارہ منتہیہ بالتملیک کہتے ہیں۔ اس میں عقد کے اختتام پر اثاثہ مستاجر کی ملکیت میں چلا جاتا ہے جس کے لیے بیع یا ہبہ کا طریق اختیار کیا جاتا ہے۔ کنوینشل و اسلامی بینک مختلف مراحل میں یہ عقد کرتے ہیں جس میں فی نفسہ کوئی کلام نہیں البتہ بعض امور کا خیال رکھنا اجارہ کی صحت کے لیے ضروری ہے۔ ان میں ہر عقد کا مستقل طور پر طے پانا کہ کوئی عقد دوسرے میں مشروط یا معروف نہ ہو، مطلوبہ چیز پر قابلِ استعمال حالت میں قبضہ کے بعد اجرت کا لازم ہونا، بینک اور صارف کی ذمہ داریوں کی ملکیت واستعمال کے لحاظ سے تقسیم اور قسط کی ادائیگی کی صورت میں کسی قسم کا مالی جرمانہ نہ ہونا ضروری ہے۔ ان امور کا خیال نہ رکھنے کی بنا پر کنوینشل بینکوں کا اجارہ صحیح نہیں رہتا۔ اسلامی بینک پہلے مطلوبہ امور کا خیال رکھتا اور صارف کو موخر ادائیگی سے باز رکھنے کے لیے التزامِ تصدق کا طریقہ اختیار کرتا ہے جس کی فقہِ مالکی میں گنجائش ہے۔ اس طرح یہ معاملہ شرع کے اصولوں کے مطابق بنایا جاتا ہے۔

تجاویز و سفارشات

1. مالی و تجارتی معاملات کو کسی بھی معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ انہیں موضوعِ بحث بنانا اور مسائل کی نشاندہی کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔
2. جدید مسائل کے حل کے لیے فقہ کی قدیم تعلیمات کو مدِ نظر رکھنا نہ صرف ان کا احیاء بلکہ عصرِ حاضر میں ان کے کردار کو واضح کرتا ہے۔
3. تمویلی معاملات میں پائے جانے والے مفاسد کی اصلاح نہایت اہم ہے۔ اس مقصد کی خاطر ان کا جائزہ لے کر مسائل کو حل کیا جانا چاہیے۔

4. اختلافی مسائل میں معاصر صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے قرینِ حال صورت کا انتخاب ضروری ہے تاکہ عوام الناس کو قابلِ عمل حل فراہم کیا جاسکے۔

5. تمام فقہی مکاتب کی تعلیمات کو بروئے کار لاکر اختلافی مسائل میں اتحادواتفاق کی راہ تلاش کی جاسکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے مختلف فقہی کتب پر تحقیق جامعات اوران سے وابستہ محققین کی اوّلین ترجیح ہونی چاہیے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ عزالدین، خوجۃ، ادوات الاستثمار الاسلامی، مصرف الزیتونۃ تیونس، 2014ء، ص68

2۔ ھیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ الاسلامیۃ، المعاییر الشرعیۃ، ادارۃ المکتبات العامۃ، بحرین، 2014ء، ص150

3۔ صمدانی، اعجاز احمد، اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ، ادارہ اسلامیات لاہور، 2007ء، ص99

4۔ ایضاً، ص52۔

5۔ الزحیلی، محمد وہبۃ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر، دمشق، 1985ء، 4/762

6۔ دیکھیے: المرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر، الہدایہ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، 1417ھ، 6/317

7۔ الغامدی، احمد بن محمد، القواعد الفقہیۃ عندالامام ابن حزم، جامعۃ ام القریٰ سعودی عرب، 1428ھ، ص290

8۔ سورۃ بنی اسرائیل: 17/34

9۔ سورۃ الصف: 61/3

10۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، کتاب الشہادات، باب من امر بانجاز الوعد، رقم الحدیث 2535، ص409

11۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشہادات، باب من امر بانجاز الوعد، رقم الحدیث 2536، ص409

12۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید، مطبعۃ الفضالۃ المحمدیۃ المغرب، 1982ء، 3/206

13۔ عثمانی، شبیر احمد، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 2006ء، 2/25

14۔ العینی، محمود بن احمد، عمدۃ القاری، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2001ء، 13/366

15۔ الزیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق، مطبعۃ الکبری مصر، 1315ھ، 5/184

16۔ الحطاب، محمد بن محمد، تحریر الکلام فی مسائل الالتزام، دارالغرب الاسلامی، بیروت، 1984ء، ص155

17۔ السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، دارالمعرفۃ بیروت، 1993ء، 9/161

18۔ شرع کا تاکیدی حکم ہے کہ ہر عقد اپنے لوازمات کے ساتھ مستقل طور پر انجام پانا چاہیے۔ ایک عقد میں مشروط یا معروف طور پر دوسرے عقد کا معاملہ کرنا درست نہیں۔ روایات میں صفقتین فی صفقۃ یا بیعتین فی بیعۃ کی ممانعت وارد ہے۔ دیکھیے: الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، کتاب البیوع، باب ماجاء فی النہی عن بیعتین فی بیعۃ، رقم الحدیث 1231، ص259

19۔المرغینانی، الہدایہ، 5/120

20۔دیکھیے: الرملی، شہاب الدین، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، دار المعرفۃ، بیروت، 1997ء، 3/451

21۔المرغینانی، الہدایہ، 5/121

22۔ضمانات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: صمدانی، اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ، ص94

23۔السالوس، علی احمد، موسوعۃ القضایا الفقہیۃ المعاصرۃ والاقتصاد الاسلامی، دار الثقافۃ قطر، 2002ء، ص768

24۔دیکھیے: الحطاب، تحریر الکلام فی مسائل الالتزام، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1997ء، ص169

25۔ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، المحلیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2013ء، 6/278

26۔ھیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ الاسلامیۃ، المعاییر الشرعیۃ، ص148

27۔اجارہ کے اختتام پر اثاثے کی منتقلی کے مروجہ طریق تفصیلاً دیکھنے کے لیے ملاحظہ کریں: السالوس، موسوعۃ القضایا الفقہیۃ المعاصرۃ والاقتصاد الاسلامی، ص608

28۔مجمع الفقہ الاسلامی، قرارات بشان الایجار المنتھی بالتملیک، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ، عدد خامس، جزء رابع، 23 تا 28 ستمبر 2000ء، قرار رقم 6، ص2747